گمنام مگر بلند مقام مربی شخصیت حضرت ڈاکٹر علی ملپا صاحب بھٹکلی مدظلہ

از: (مولانا) محمود حسن حسنی ندوی (نائب ایڈیٹر تعمیر حیات لکھنؤ)

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر علی ملپا بھٹکلی مدظلہ سلسلۂ تھانوی کی عظیم المرتبت شخصیت اور یادگار اسلاف ہیں، جن کے پاس بیٹھ کر اللہ یاد آتا ہے جن کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے، مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری الہ آبادی کے اور محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی ہردوئی کے خلیفہ اور ایک صاحب دل اور قوی النسبت بزرگ ہیں، جامعہ اسلامیہ کے بانی اور صدر اور سرپرست ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ ۱۹۲۰ء میں ساحل سمندر پر واقع بستی بھٹکل (کاروار، کرناٹک) میں قوم نوایت میں پیدا ہوئے، کچھ یمنی خاندان اسلام کے فروغ اور تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے اور ساحل سمندر پر آباد ہوئے تھے ان خاندانوں نے اسلامی تعلیمات اور عربی خصوصیات کو باقی رکھنے کا اہتمام کیا انہی خاندانوں میں حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کا خاندان بھی ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم کو بچپن سے ہی دینی مزاج قدرت سے ودیعت ہوا تھا، کھیل وغیرہ کی طرف طبیعت مائل نہ ہوتی، اور لغو کام سے بھی دور رہتے ریڈیو وغیرہ کو بھی کبھی ہاتھ نہیں لگایا، کچھ تعلیم حاصل اور پھر تجارت اور ملازمت کی اور کلکتہ میں ہومو پیتھ طریقۂ علاج کا کورس مکمل کیا اور مہارت پیدا کی، مدراس ممبئی، کلکتہ، اور چٹ گاؤں (بنگلہ دیش) میں ملازمت اور تجارت کی اور آخر میں بزرگوں کے مشورے سے اپنے وطن بھٹکل میں ہی ہومو پیتھ علاج شروع کردیا، ان تمام مشغولیات کے ساتھ وہ اپنی اصلاح اور دینی استفادے کی کر سے کبھی غافل نہ ہوئے اس کے لئے وہ شمالی ہندوستان کے پر مشقت سفر کرتے اور وہاں کے اکابر اہل علم ودین سے مستفید ہوتے، اور کئی کئی دن قیام کرتے اور ان کی ہدایات وتلقینات پر عمل پیرا ہوکر باطنی ترقی میں گامزن ہوتے، حضرت مولانا عبدالحمید ندوی بارہ بنکوی مرحوم سے دینیات کی تعلیم حاصل کی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضری کا داعیہ پیدا ہوا لیکن اس وقت حضرت حکیم الامت علالت وضعف کے اس مرحلہ میں تھے کہ وہ اپنے خلفاء کی طرف مریدین وطالبین سلوک کو رجوع کرنے کی ہدایت دیتے کہ جس کو ان میں جس سے مناسبت ہو ان سے رجوع کرکے مستفید ہو، اس لئے ڈاکٹر صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم فرمایا، اور ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہوئے لیکن قریبی عرصہ میں ان کا بھی سانحۂ ارتحال پیش آگیا، حضرت شاہ محمد عیسیٰ الہ آبادی کا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء وحلقۂ ارادت میں اونچا مقام تھا اور ان کو مرجعیت حاصل تھی وہ ان گیارہ لوگوں میں بھی سرفہرست تھے جن سے حضرت نے اپنے منتسبین ومتوسلین کو رجوع کرنے اور رہنمائی لینے کو کہا تھا، ان کی وفات کے بعد اسی فہرست کے اہم رکن حاجی حقداد خان علیہ الرحمہ سے رجوع کیا اور بیعت کی، حضرت حاجی صاحب کا تعلق لکھنو سے تھا، لکھنو کے اس سفر میں حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ لکھنو کی برگزیدہ شخصیات اور ندوہ کے اکابرین کی زیارت کی، اس وقت لکھنو میں امام اہل سنت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی، مولانا عبدالماجد دریا دی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا

ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی اور دوسری بڑی شخصیات تھیں، جہاں تک مولانا عبدالماجد دریابادی کا تعلق ہے وہ ان کی محسن شخصیت ہیں جن سے ان کو اس راہ میں چلنے کا حوصلہ کلکتہ کے زمانۂ قیام میں ملا تھا جب وہ کلکتہ میں مقیم تھے، پھر یہ تعلق اتنا بڑھا کہ ڈاکٹر صاحب نے دریاباد کے بھی سفر کئے، اور مولانا دریابادی جن کے یہاں اوقات کی تقسیم تھی اور ملاقات کے لئے محدود وقت دے دیا کرتے تھے، تاکہ علمی وتصنیفی مشاغل متاثر نہ ہوں، آپ کے لئے دوسرے خانگی اوقات میں کمی کر کے وقت فارغ کرتے، اور ہر ہر قدم پر آپ کو مولانا دریابادی کی رہنمائی حاصل رہی، حضرت حاجی صاحب لکھنوی کا بھی تھوڑے عرصہ میں انتقال ہوگیا، آپ کو فکر دامن گیر ہوئی کہ اب کس کے دامن فیض سے وابستہ ہوجائے حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ بزم اشرف کے وہ روشن چراغ تھے جن کا دور دور شہرہ تھا اور باطنی کمالات کے ساتھ علم وفضل میں بھی ان کا ڈنکا بج رہا تھا اور وہ حضرت دریابادی کے بھی مخدوم تھے، چنانچہ حضرت سید صاحب سے درخواست بیعت کی اور وہ قبول ہوئی، لیکن ۱۹۵۰ء میں وہ پاکستان منتقل ہوئے اور آپ کو دوسرے سے رجوع کرنے کو کہا آپ نے بزم اشرف کے اور ایک دوسرے چراغ اور مولانا دریادی کے ہمدم اور ہم ساز مولانا عبدالباری ندویؒ کی شخصیت بابرکت کو غنیمت جانا، اور ان کی خدمت میں آمد ورفت جاری رکھی، اور انہی سے مشورے لیتے رہے، بالآخر ۱۹۵۳ء میں حضرت سید سلیمان ندوی نے پاکستان میں وفات پائی اور آپ کو رابطہ کے تعلق کے ساتھ ضابطہ کی بھی فکر ہوئی، اور مولانا عبدالباری ندوی حضرت شاہ وصی اللہ الہ آبادی کے وطن فتح پور تال نرجا اعظم گڈھ میں چار ہفتہ گزار کر آچکے تھے اور جو کچھ دیکھا تھا اس کے مشاہدات قلم بند کردئے تھے جو صدق کے صفحات کی زینت بن چکے تھے ان کی شخصیت سے وہ متأثر تھے حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کو مولانا عبدالباری ندویؒ نے حضرت شاہ صاحب سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا، اوران کی خدمت میں وہ حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے، وہ اپنا وطن فتح پور اعظم گڈھ چھوڑ کر الہ آباد میں مقیم ہوگئے تھے، ڈاکٹر صاحب مدظلہ الہ آباد حاضر ہوئے اور ان کی ہدایات وکمالات باطنی وظاہری سے مستفید ہوئے بالآخر یہ اعتماد حاصل کیا کہ مجاز بیعت سے سرفراز کئے گئے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ کے مشورے اور تلقین سے بھٹکل میں آپ نے اصلاحی اور دعوتی وتعلیمی کام آغاز کیا، چنانچہ شاہدلی مسجد میں آپ کتابی تعلیم دینے لگے، اور ایک حلقہ بن گیا، اور مدرسہ کے قیام کی بھی ترغیب جاری رکھی اور جامعہ اسلامیہ کی تاسیس پڑی، ۱۹۶۷ء میں مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی کا سانحۂ ارتحال پیش آگیا اور باوجود اجازت وخلافت سے سرفراز ہونے کے اپنے کو استفادہ مزید سے مستغنی نہیں سمجھا، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق حقی رحمۃ اللہ علیہ بزم اشرف کے وہ روشن چراغ تھے جو الہ آباد میں حضرت شاہ وصی اللہ الہ آبادی کی خدمت میں حاضری کا التزام رکھتے تھے، اور مولانا عبدالباری ندوی بھی مولانا شاہ ابرارالحق حقی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اہمیت دیتے تھے، اور بیعت وسلوک کے خواہش مند لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرتے تھے، چنانچہ ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے مولانا شاہ ابرارالحق حقی سے مناسبت محسوس کی اور ان کی خدمت میں حاضر ہوکر

بیعت ہوئے، ہردوئی کے کئی سفر کئے اور مدرسہ اشرف المدارس میں اپنے کئی لڑکوں کو داخل بھی کیا اور حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کو بھٹکل بھی کئی بار دعوت دی اور انہوں نے بھٹکل کے سات سفر کئے اور جامعہ اسلامیہ کے سرپرست بھی بنائے گئے، اس طرح حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کی توجہ بھٹکل کی طرف بڑھتی گئی، اور اہل بھٹکل ہردوئی کا سفر کرتے، اور اپنے لڑکوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لئے مولانا کی سرپرستی میں دیتے، مولانا نے جامعہ اسلامیہ میں درجۂ حفظ قائم کرنے کی ترغیب دی، اور اس کے قائم ہونے پر اپنے ایک معتمد علیہ حافظ و معلم قرآن کریم حافظ کبیرالدین صاحب کو بھٹکل بھیجا جنہوں نے حفظ کا بہترین نظام قائم کیا، اور اچھے حفاظ تیار کئے، جن کے ذریعہ جگہ جگہ حفظ کے مدارس قائم ہو رہے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کو حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی سے اجازت وخلافت حاصل تھی لیکن حضرت مولانا ابرارالحق حقی نے بھی آپ کو خلافت دی اور مجاز بیعت بنایا آپ ان کے شروع کے چند خلفا میں سے ایک ہیں، آپ نے حضرت مولانا سے برابر مراسلت بھی جاری رکھی، اور مشورے بلکہ ان کے انشراح کے بغیر کوئی کام کرنا مناسب نہ سمجھا، آپ کے دوسرے مشائخ وعلما سے بھی روابط تھے، اور ان کی خدمت میں بھی خطوط ارسال کرتے اور دعا کے طالب ہوتے، لیکن مشورہ اپنے مرشد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب سے ہی لیتے اور ان کا مشورہ یا تلقین ہوتی اس پر عمل پوری طرح عمل پیرا ہوتے حالانکہ عمر میں حضرت ڈاکٹر صاحب حضرت محی السنہ سے (کچھ ماہ) بڑے تھے، حضرت صاحب ڈاکٹر مدظلہ میں زہد عیسیٰ برابر جلوہ گر رہا، یہ ان کے شیخ اول حضرت شاہ محمد عیسیٰ الہ آبادی کی نسبت کا بھی اثر ہے، ڈاکٹر صاحب مدظلہ شہرت پسندی کو بہت ناپسند کرتے، اور قناعت کو اختیار کرتے، اور وہ فرماتے کہ صبح اٹھ کر عافیت، سر چھپانے کو گھر اور دو وقت کا کھانا مل جائے پھر اس سے زیادہ کیا چاہیے، بقدر کفاف روزی ان کے حال اور ان کی دعا ہے، کمانے کی ترغیب اتنی دیتے ہیں کہ دوسرے کا محتاج نہ ہو اور دوسرے پر بار نہ بنے، اخفائے حال ان کا خاص وصف ہے اور اظہار حال سے ان کو طبعاً مناسبت نہیں ہے، ایک موقع پر جب وہ اپنے شیخ حضرت مولانا ابرارالحق حقی صاحب کی ممبئ کی مجلس میں تھے، اور مجلس کے اختتام پر دعا کی بات آئی حضرت مولانا نے فرمایا آج دعا کون کرائے گا، مجلس پر نظر دوڑائی فرمایا: آج وہ دعا کرائیں گے جو چھپے رستم ہیں، اور حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کا نام لیا، وہ ایک کونہ میں چھپے خاموش بیٹھے تھے، لیکن ارشاد مرشد کی تعمیل کرنی ہی کرنی تھی، اور مجلس میں انہوں نے کرائی۔

کبرسنی کے باعث جب ہردوئی کا دور دراز سفر مشکل ہونے لگا تو حضرت محی السنہ کے ممبئ بنگلور کے سفر کے منتظر رہتے اور وہاں ان کے قدوم میمنت کو غنیمت جانتے ہوئے خدمت میں حاضر ہوتے، اور ساتھ رہنے کا بھی اہتمام فرماتے، جو فکر حضرت محی السنہ پر اصلاح عقائد احیاء سنت اور ازالۂ منکرات کی طاری تھی ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے بھی اس فکر کو اختیار کیا، چناچہ اپنے پاس بیٹھنے والوں، ملنے والوں اور اپنے دائرۂ اختیار میں رہ کر اہل تعلق کو اس کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں، اور ظاہر کی اصلاح

کے ساتھ باطن کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہیں، اور یہ شعر زبان پر رہتا:۔

قال را بگزار حال شو　　　　پیش مرد کامل پامال شو

اور توجہ دلاتے ہیں کہ: تقوی صالحین کی صحبت میں پیدا ہوتا ہے، اس لئے اس نیت سے صلحا کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے، مشائخ کی خدمت میں دوست بن کر اور سننے کے بجائے سنانے کے لئے حاضر ہونے کو بہت برا سمجھتے ہیں، اور نیاز مندانہ حاضری کی طرف متوجہ کرتے ہیں، نسبتوں کے اظہار کو بھی اچھا نہیں سمجھتے اور کوئی ایسا اظہار کرے تو ان کو سخت تکدر ہوتا ہے ایک صاحب جو کسی بزرگ کے خلیفہ تھے آ کر خود ہی کہہ بیٹھے کہ میں فلاں بزرگ کا خلیفہ ہوں تو سخت تکدر ہوا اور توجہ نہ فرمائے بلکہ فرمایا جی چاہتا ہے کہ ان کی اچھی خبر لوں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ اپنی اس عمر میں بھی تہجد، ذکر وغیرہ معمولات کے پورے پابند ہیں اور سب سے زیادہ فکر حسن خاتمہ کی ہے اس کی بزرگوں سے دعا بھی کراتے ہیں، توکل کے اونچے مقام پر ہیں، اور یہ صفت استغناء کے ساتھ ہے حالات کے اندر صبر وعزیمت اور رضا بالقضا کی صفت سے متصف ہیں، زبان پر شکایت نہیں، دل میں کینہ نہیں اور جھوٹ وغیبت کا گزر نہیں، کوئی اگر ایسا کرتا ہے تو سختی سے روک دیتے ہیں، امت مسلمہ کے مسائل سے چشم پوشی نہیں کرتے بلکہ دلچسپی رکھتے ہیں، اور مالداروں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنے کاروبار کو مستحکم کریں اور صنعتوں کی طرف توجہ کریں تاکہ مسلمان غیروں کا محتاج نہ ہو، ملی وانسانی خدمت کے جذبہ نے بھٹکل میونسپلٹی میں حصہ لینے پر آمادہ کیا اور تقریبا دو تین سال اس کے بہ اتفاق صدر رہے، حالات سے باخبر رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی متوجہ کرتے ہیں کہ فاعتبروا یا اولی الابصار، کہ حالات سے سبق لینا چاہیے، اللہ نے اولی الابصار اور ایک جگہ اولی الالباب کہا ہے اس لئے انسان کو عقل وبصیرت سے کام چاہیے اور غور کرنا چاہیے۔

اختلاف اور نزاعی معاملات سے دور رہتے اور اتحاد واتفاق کے کام سبقت لے جانے کا مزاج ہے، دین کی نسبت سے کاموں میں خواہ وہ تبلیغ کے ہوں یا تعلیم کے انہوں نے اس کو استحکام بخشنے اور فروغ دینے میں پورے ایمانی جذبہ سے ہمیشہ کام لیا تبلیغی جماعت کا کام جب اس علاقہ میں آیا تو اس کی نصرت کی، علما کی تقریریں کرائیں، اور دوسرے ذرائع سے دین کے کاموں کو تقویت پہونچائی۔

ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی قدر ومنزلت علما ومشائخ کے دل میں اس طرح رہی کہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ان کے گھر کئی بار تشریف لے گئے، اور ان کی نسبتوں کا ہمیشہ بڑا خیال رکھا، اور ان کے خطوط کا ہمیشہ بڑے اہتمام سے جواب دیا، خود ڈاکٹر صاحب مدظلہ ان کی زیارت وملاقات کے لئے لکھنو کے سفر کئے، اور ان کی خانقاہ تکیہ رائے بریلی میں اپنے صاحبزادگان واحفاد کو بھیجا، اور ان کی سرپرستی میں ندوۃ العلماء میں تعلیم دلائی۔

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب مرحوم جب بھٹکل تشریف لاتے تو ڈاکٹر صاحب مدظلہ کے مکان پر قیام فرماتے اور

ان سے بڑا انس محسوس فرماتے ، مشائخ عصر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ ،حرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ ، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی کی خدمت میں بھی حاضری دینے کا معمول رکھا اوران سے مراسلت بھی رکھی ،علمائے کبار میں مولانا عبدالباری ندویؒ ،مولانا عبدالماجد دریادیؒ اور مولانا سید مناظر احسن گیلانی اور دوسرے بہت سے علماء سے خاصا استفادہ کیا اور بڑی توجہات حاصل کیں ۔

آخر میں اپنے شیخ حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرارالحق حقیؒ کی نسبت اوران کا رنگ غالب آیا،اورسنت کی احیاء کا جذبہ اور اہل اللہ کی صحبت سے مستفید ہونے کی طرف اہل تعلق کو متوجہ کیا،تاکہ لوگوں کے قلوب مادیت کے زنگ سے صاف ہوکر اللہ سے جڑ جائیں ،اوردنیا کی محبت دل سے نکل کر اللہ کی محبت دل میں سما جائے ،اورحضور ﷺ کی سنتوں کی ظاہراً وباطناً پیروی کرکے اللہ کی محبوبیت وولایت کی حلاوت حاصل کی جائے ،کہ اس کے بغیر نہ کاسکون ہے اور نہ باہر کا چین ہے،اوراللہ کے ذکر سے دل کو معمور کرکے اعمال میں اور زندگی میں نورانیت پیدا کی جائے ،ڈاکٹر صاحب ایک مربی، مصلح ،مرشدروحانی ہیں جن کی دکان معرفت سے دواء دل ملتی ہے ،اوران کی مجلس ایسی ہوتی ہے ،جس میں اہل علم ودانش شرکت کرتے ہیں ،اوران کے علوم ومعارف وروحانیت اورصحبت فیض اثر سے مستفید ہوتے ہیں،**اطال اللّٰہ بقاہ ومتعنا اللہ بحیاتہ والمسلمین ۔**

ناشر: ادارہ رضیۃ الابرار بھٹکل، کرناٹک، ھند

۱۲رشوال المکرّم ۱۴۳۸ھ ھجری مطابق ۶رجولائی ۲۰۱۷ء عیسوی